accountabilitylab
PAKISTAN

پاکستان میں موسمی تبدیلیوں کے خلاف مزاحمت اور پالیسی سازی میں شہریوں کی شمولیت کو یقینی بنانا

صورتِ حال کا تجزیہ اور پالیسی رپورٹ

فہرست

فہرست....... i
خُلاصہ....... ii
اکاونٹیبلٹی لیب کے بارے میں....... iii
تعارف....... 1
ماحولیاتی چیلنج....... 1
موسمیاتی تبدیلیوں کا ہدف پاکستان....... 1
پاکستان میں تنوع/تقسیم....... 2
پاکستان کے پسماندہ طبقات اور موسمیاتی تبدیلی....... 2
زراعت سے وابستہ دیہی طبقات....... 2
خواتین....... 3
کم آمدن والے گروہ....... 3
مقامی طبقات....... 4
مہاجرین....... 4
اقلیتیں....... 4
موسمیاتی تبدیلیاں اور پاکستان کے کمزور طبقات....... 5
موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کی حکمت عملی میں تمام طبقات کی شمولیت ضروری ہے....... 5
موسمیاتی تبدیلیوں اور طبقات کی شمولیت کے حوالے سے پاکستان کی موجودہ پالیسیاں....... 6
پالیسیوں کے لیے تجاویز....... 7
اعداد و شمار پر مبنی نقطہ نظر....... 7
پائیدار زراعت کے طریقے....... 7
ابتدائی انتباہی نظام کے نفاذ کی تجویز....... 8
موسمیاتی تبدیلی سے متاثر ہونے والے طبقات کے لیے موافقت کے منصوبے....... 8
موسمیاتی تبدیلیوں پر جامع تعلیم....... 8
موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کے لیے صنفی لحاظ سے پالیسی سازی....... 8
موسمیاتی تبدیلیوں سے ہم آہنگ پانی کے نظام کی تشکیل....... 9
توانائی کے حصول کے لیے قابل تجدید اور متبادل ذرائع کو ترجیح دیں....... 9
سبز ملازمتیں اور کاروباری مواقع....... 9
کمزور طبقات کے لیے سماجی تحفظ کے نیٹ ورک....... 9
حیاتیاتی تنوع کا تحفظ....... 10
بین الاقوامی تعاون اور سفارت کاری....... 10
ماحاصل....... 10

خُلاصہ

یہ پالیسی بریف پاکستان کو درپیش بڑھتے ہوئے ماحولیاتی خطرات سے نمٹنے کے لیے ایک مختصر اور جامع نقطہ نظر پیش کرتا ہے۔ پاکستان کو درپیش بنیادی موسمی چیلنجز میں بڑھتا ہوا درجہ حرارت، بارش کے بدلتے ہوئے پیٹرنز اور شدید موسمی حالات کے بڑھتے ہوئے واقعات شامل ہیں۔ ان چیلنجز کی وجہ سے ہمیں فوری طور پر پالیسی اور تکنیکی سطح پر مداخلت کی ضرورت ہے۔ یہ پالیسی بریف ملک کے پسماندہ طبقات بشمول دیہات کے زراعت کے شعبے سے وابستہ باشندوں، خواتین، مقامی طبقات، کم آمدنی والے گروہوں، اقلیتوں اور پناہ گزینوں کے متنوع مسائل کو پیش نظر رکھ کر تمام سماجی حلقوں میں وسائل کی منصفانہ تقسیم کو یقینی بنانے کے لیے جامعیت کو ترجیح دینے والی پالیسیوں کی مختصر وکالت کرتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کی پیچیدگیوں کے تناظر میں اس پالیسی بریف کا مقصد مختلف طبقات کو بااختیار بنانے، موسمی تبدیلیوں کی موافقت کی صلاحیتوں میں اضافے اور پاکستان میں موسمیاتی لچک اور شمولیت کو فروغ دینے والی موثر پالیسیوں میں حصہ ڈالنے کے لیے قابل عمل سفارشات فراہم کرنا ہے۔

پالیسی بریف میں دیے گئے ابتدائی پالیسی تجاویز میں بنیادی ڈھانچے کو مضبوط بنانے، زراعت اور ابتدائی انتباہی نظام پر توجہ مرکوز کرنے کی تجویز دی گئی ہے اور موسم سے متعلق آفات کو کم کرنے کے لیے فعال اقدامات پر زور دیا گیا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، مختلف طبقات کے لیے ان کی ضروریات کے مطابق موسم کی موافقت کے پروگرام، مقامی افراد کے لیے جامع تعلیم کی فراہمی اور اس کو پھیلانے کی حکمت عملی تیار کرنے کی وکالت کی گئی ہے۔ صنف پر مشتمل پالیسیاں خواتین پر موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کو پہچاننے اور ان سے نمٹنے کے عزم کو اجاگر کرتی ہیں اور ایک زیادہ منصفانہ اور لچکدار معاشرے کو فروغ دیتی ہیں۔ اس کے بعد کی پالیسیوں میں آبی وسائل کے پائیدار انتظام، قابل تجدید توانائی کو اپنانے اور ماحول دوست) گرین (ملازمتوں جو کم کاربن اخراج والی، پائیدار معیشت کی طرف تبدیلی کی علامت ہیں، کا ذکر کیا گیا ہے۔ سماجی تحفظ کا نظام اور حیاتیاتی تنوع کا تحفظ کمزور آبادیوں اور ماحولیاتی نظام کے تحفظ کے عزم کی عکاسی کرتا ہے۔ بین الاقوامی تعاون اور سفارت کاری کے لحاظ سے پاکستان موسمیاتی تبدیلی سے نمٹنے کی عالمی کوششوں میں اپنے ایک فعال کردار کے طور پر موجود ہے۔ اجتماعی طور پر، ان پالیسیوں کا مقصد پاکستان کی موسمی تبدیلیوں کی مزاحمت کو مضبوط کرنا اور موسمیاتی چیلنجز کے درمیان ایک لچکدار، جامع اور پائیدار مستقبل کی راہ ہموار کرتے ہوئے، عالمی موسمیاتی کارروائی کے اقدامات میں حصہ ڈالنا ہے۔

اکاونٹیبلٹی لیب کے بارے میں

اکاونٹیبلٹی لیب اسلام آباد میں قائم ایک تھنک ٹینک ہے جو پاکستان میں سوسائٹیز ایکٹ 1860 کے تحت ایک غیر منافع بخش تنظیم کے طور پر رجسٹرڈ ہے اور پاکستان سینٹر فار فلانتھراپی کے ساتھ رجسٹرڈ ہے۔ اکاونٹیبلٹی لیب فعال شہریوں، ذمہ دار رہنماؤں، اور جوابدہ اداروں کی معاونت کر کے لوگوں کے لیے گورننس کی بہتری کے لیے کام کرتی ہے۔

اکاونٹیبلٹی لیب احتساب، قانون کی حکمرانی اور انسداد بدعنوانی کے شعبوں میں بہت سی دوسری تنظیموں سے مختلف ہے کیونکہ ہم احتساب کو صرف ایک موضوع کے لحاظ سے نہیں بلکہ اس کی قدر و قیمت کے طور پر دیکھتے ہیں اور گورننس، انسانی حقوق، تعلیم، موسمیاتی انصاف اور مختلف مسائل کے گرد مثبت بیانیے پر توجہ مرکوز کر کے ان کوششوں میں متنوع آوازیں لانے کے لیے "غیر امکانی نیٹ ورکس" کے قیام اور حکومت، سول سوسائٹی، میڈیا اور پرائیویٹ سیکٹر کے مابین "اندرونی بیرونی" اتحاد پر کام کرتے ہیں۔

تعارف

پاکستان کو سماجی، سیاسی اور اقتصادی منظر نامے کے تانے بانے میں متعدد پیچیدہ موسمی خطرات کا سامنا ہے۔ بڑھتا ہوا درجہ حرارت، بے ترتیب بارشیں اور شدید موسمی واقعات کی تعداد، مدت اور شدت میں اضافہ ملک میں زندگی کے ہر طبقے کے لیے زبردست چیلنجز کا باعث ہے۔ موسمیاتی تبدیلی کا عالمی چیلنج صرف ماحولیاتی مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس سے معاشرے کے مختلف طبقات کو سنگین سماجی اور اقتصادی خطرات لاحق ہیں۔ حالیہ بین الحکومتی پینل آن کلائمیٹ چینج (آئی پی سی سی) کی رپورٹ میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ پاکستان کو شدید موسمیاتی بحران کا سامنا ہے، پہاڑی گلیشیئرز کے پگھلنے اور پانی کی ترسیل متاثر ہونے سے ملک کو بنجر ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ رپورٹ میں اس بات پر زور دیا گیا ہے کہ موجودہ گلوبل وارمنگ کے نتائج بڑی حد تک طویل المدتی ہیں اور خبردار کیا گیا ہے کہ گلیشیئرز کے پگھلنے کا عمل کئی دہائیوں یا صدیوں تک جاری رہنے کا امکان ہے۔ پاکستان کے قطبی اطراف میں موجود گلیشیئرز زمین پر کسی بھی اور خطے سے زیادہ ہیں اور یہ ملک میں خاص طور پر زراعت اور انسانی استعمال کے لیے درکار پانی کے لیے ایک اہم خطرہ ہے۔ ملک میں گرمی کی شدید لہروں کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جس سے انسانی صحت اور زرعی پیداوار متاثر ہو رہی ہے۔ بارش کی ترتیب میں تبدیلی سیلاب اور خشک سالی کا باعث بنتی ہے جس سے مختلف طبقات متاثر ہوتے ہیں اور پانی کی کمی کا سامنا کرتے ہیں۔ چونکہ پاکستان بنجر علاقوں سے لے کر زرخیز میدانوں، آسمان سے اونچے برف سے ڈھکے پہاڑوں اور سطح مرتفع تک میلوں تک پھیلے ہوئے گلیشیئرز کے متنوع قسم کے ماحولیاتی نظاموں کا مرکز ہے اس لیے بارشوں کی ترتیب میں کوئی بھی تبدیلی مقامی طبقات کی بقا کے لیے ضروری توازن کو بگاڑ سکتی ہے۔

پاکستان میں پسماندہ طبقات پر موسمیاتی تبدیلی کے اثرات ایک اہم اور فوری چیلنج کا باعث بنتے ہیں جو صورتحال کی جامع جانچ اور حکمت عملی کی سطح پر غور وخوض کی متقاضی ہے۔ پسماندہ طبقات اکثر جغرافیائی طور پر الگ تھلگ مقامات جیسے کہ خیبر پختونخوا، بلوچستان اور گلگت بلتستان کے پہاڑی علاقوں میں رہائش پذیر ہیں اور انہیں وسائل اور مواقع تک محدود اور غیر متناسب رسائی کی وجہ سے ماحولیاتی خرابیوں کے منفی اثرات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آب وہوا کے متغیرات کا پیچیدہ تعامل بشمول بارش کے تبدیل شدہ پیٹرنز، ان طبقات کو درپیش خطرات کو مزید مہلک بناتا ہے۔ عالمی سطح پر بڑھتا ہوا درجہ حرارت ان طبقات کے لیے خطرات کو مزید بڑھانے کا باعث بنتا ہے اور نہ صرف ان کی فوری فلاح و بہبود کو متاثر کرتا ہے بلکہ موجودہ سماجی، اقتصادی اور صحت کے تفاوت کو بھی بڑھاتا ہے اور مستقبل کی ترقی کے امکانات کو روکتا ہے بلکہ بہت سے معاملات میں، موسمی حالات کی خرابیوں کی وجہ سے ان کا معیار زندگی مزید متاثر ہوا ہے۔

یہ پالیسی بریف پاکستان میں پسماندہ طبقات کے لیے موسمیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے جامع پالیسیوں کی ضرورت پر زور دیتا ہے۔ دیہی زرعی طبقات، خواتین، مقامی برادریوں، کم آمدنی والے گروہوں، اقلیتوں اور پناہ گزینوں کو درپیش منفرد چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے مجوزہ پالیسی اقدامات کا مقصد اس بات کو یقینی بنانا ہے کہ موسمیاتی ردعمل کی حکمت عملیوں میں مساوات، سماجی انصاف اور پائیدار ترقی کو ترجیح دی جائے۔ بنیادی مقصد ایک لچکدار اور جامع فریم ورک تیار کرنا ہے جو پائیدار اور موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے میں مزاحمت سکھا کر کمزور طبقات کی حفاظت کو یقینی بنائے۔

ماحولیاتی چیلنج

موسمیاتی تبدیلی قدرتی اور انسانی دونوں طریقوں سے درجہ حرارت اور موسم کے پیٹرنز میں طویل مدتی تبدیلیوں کا نام ہے۔ یہ تبدیلیاں قدرتی طور پر شمسی سرگرمیوں کے نتیجے میں یا اہم آتش فشاں پھٹنے کی وجہ سے ہو سکتی ہیں تاہم 19ویں صدی سے کوئلہ، تیل اور گیس جیسے ایندھن کے بڑے پیمانے پر استعمال کی وجہ سے موسمیاتی تبدیلیاں تیزی سے رونما ہو رہی ہیں۔ ایسی ریاستیں جو ماحولیاتی طور پر حساس ہوتی ہیں مثلاً بڑی تعداد میں گلیشیئرز کے ذخائر والی ریاستیں، سیلاب میں اضافے اور میٹھے پانی کے وسائل کو متاثر کرنے اور بنجر علاقوں میں پانی کی کی وجہ سے موسمیاتی تبدیلی کے واقعات سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔

سطح سمندر میں اضافے سے ساحلی پٹیوں پر رہائش پذیر مقامی آبادیوں کے ماحول کو خطرہ لاحق ہوتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلی کے اثرات سمندر کی سطح اور سیلاب میں اضافے، شدید خشک سالی، پانی کی کمی، جنگلوں میں تباہ کن آگ، گلیشیئرز کی برف کے پگھلنے اور تباہ کن طوفانوں میں اضافے کی صورت میں دیکھے جا سکتے ہیں جو حیاتیاتی تنوع کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ موسمیاتی تبدیلی کے غیر متناسب اثرات چھوٹے جزیروں کے ممالک اور دیگر ترقی پذیر ممالک کو درپیش ہیں۔ سمندر کی سطح میں اضافہ اور کھارے پانی کی وجہ سے صورتحال ایک نازک موڑ پر پہنچ گئی ہے جو پورے پورے طبقات کو نقل مکانی پر مجبور کر رہی ہے۔ دنیا کے کئی خطوں میں طویل خشک سالی سے قحط کے امکانات بڑھ رہے ہیں۔ اقوام متحدہ کی رپورٹوں کی ایک سیریز کے مطابق، سائنسدان اور حکومتی تجزیہ کار اس بات پر متفق ہیں کہ ماحولیاتی تبدیلی کے بدترین نتائج سے لوگوں کو بچانے کے لیے عالمی درجہ حرارت میں اضافے کو $1.5°C$ سے زیادہ نہ ہونے دیا جائے۔ بدقسمتی سے، موجودہ پالیسیوں نے ہمیں صدی کے آخر تک درجہ حرارت میں 3 ڈگری سینٹی گریڈ کے اضافے کی راہ پر ڈال دیا ہے جس کے اثرات بدترین ہوں گے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کا ہدف پاکستان

پچھلی چند دہائیوں سے پاکستان کو ریکارڈ بلند درجہ حرارت سے لے کر بار بار خشک سالی اور سیلاب، ہوا کے خراب معیار، سموگ اور گلیشیئرز کے پگھلنے تک موسمیاتی تبدیلیوں کے مسائل کا سامنا ہے۔ پاکستان میں بنیادی معاشرتی عدم مساوات ایک طویل عرصے سے عام مسئلہ رہا ہے، ثقافتی اقدار اور اصولوں کے ساتھ صنف اور سماجی کردار کی تشکیل معاشرے کے مختلف طبقات میں طاقت کی تقسیم کو متاثر کرتی ہے۔ طاقت اور وسائل تک محدود رسائی رکھنے والے گروہوں اور طبقات کو اکثر ایسی فیصلہ سازی کے عمل سے محروم رکھا جاتا ہے جو ان کی فلاح و بہبود اور ماحولیاتی اثرات کے لیے اہم ہے۔ خواتین، پسماندہ طبقات، بچے، پناہ گزین، غربت میں مبتلا افراد، اقلیتیں، گھر افراد اور دور دراز علاقوں کے لوگ موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات سے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ مزید برآں، موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کمزور طبقوں کے پہلے سے کمزور معاشی حالات اور سماجی عدم مساوات میں اضافہ کرتے ہیں۔ ان طبقات کا گرین ہاؤس گیسوں کے اخراج میں حصہ نہ ہونے کے برابر ہے تاہم موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کی وجہ سے ان کی بقاء، معاش اور مجموعی فلاح و بہبود کو شدید خطرات کا سامنا ہے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے کچھ علاقوں کو زیادہ خشکی کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جبکہ بعض علاقوں کو زیادہ شدید اور بے ترتیب بارشوں کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جس سے زمین کے کٹاؤ اور اچانک سیلاب جیسے مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ یہ تبدیلیاں زراعت سے براہ راست وابستہ طبقات کی روزی روٹی کے لیے براہ راست خطرہ ہیں۔ شدید موسمی حالات بشمول سیلاب اور طوفان موسمیاتی تبدیلیوں کے چیلنجز کو مزید پیچیدہ بنا دیتے ہیں۔ موسمیاتی تبدیلی کے سماجی و سیاسی مضمرات گہرے ہیں کیونکہ آب و ہوا میں تبدیلی کی وجہ سے نقل مکانی موجودہ بنیادی ڈھانچے اور وسائل پر دباؤ ڈالتی ہے جو ضروری خدمات تک رسائی پر ممکنہ تنازعات کو جنم دیتی ہے۔ اقتصادی طور پر زرعی شعبہ، جو پاکستان کی معیشت کا اہم ترین جزو ہے، متغیر موسمیاتی حالات کی وجہ سے غیر یقینی صورتحال کا سامنا کر رہا ہے جس سے اشیائے خورد و نوش کی قلت اور ذرائع معاش متاثر ہو رہے ہیں۔ ان چیلنجز سے نمٹنے کے لیے آب و ہوا کے خطرات، سماجی کمزوریوں اور معاشی استحکام کے درمیان باہمی ربط کی ایک باریک تفہیم کی ضرورت ہے جس میں جامع پالیسیوں کی فوری ضرورت پر زور دیا جائے جو پاکستانی تناظر میں موسمیاتی تبدیلی کے پیچیدہ اثرات کو سمجھ سکیں۔

مون سون کے موسم کی بارشیں تباہ کن سیلاب کا باعث بن سکتی ہیں جو مختلف طبقات، بنیادی ڈھانچے اور زراعت کو متاثر کر سکتا ہے۔ اس کے برعکس خشک سالی کے ادوار پانی کی قلت کا باعث بن سکتے ہیں جو شہری اور دیہی دونوں علاقوں کو متاثر کرتے ہیں۔ سمندری طوفان ساحلی علاقوں خاص طور پر کراچی جیسے علاقوں میں پیچیدگی کی ایک اور تہہ کا اضافہ کرتے ہیں۔ ان واقعات کے نتیجے میں نہ صرف فوری نقصان ہوتا ہے بلکہ متاثرہ طبقات کی موسمیاتی اثرات کا سامنا کرنے کی سکت اور بحالی پر بھی طویل مدتی اثرات مرتب کرتے ہیں۔

جرمن واچ کی طرف سے شائع ہونے والے گلوبل کلائمیٹ رسک انڈیکس میں پاکستان کو موسمیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے پانچواں انتہائی خطرناک ملک قرار دیا گیا ہے۔ اس میں مزید وضاحت کی گئی ہے کہ پاکستان میں 1999 سے 2018 تک موسمی تبدیلیوں کی وجہ سے رونما ہونے والے تقریباً 152 واقعات میں 9,989 جانیں ضائع ہوئیں اور ملک کو 3.8 بلین ڈالرز کا نقصان ہوا۔ یہ اعداد و شمار موسمیاتی تبدیلی کے خطرات میں اضافے کی نشاندہی کرتے ہیں حالانکہ اس میں 2022 کے تباہ کن سیلاب اور اس کے بعد گرمی کی لہریں جنھوں نے درجہ حرارت کے گزشتہ ریکارڈز کو توڑا، شامل نہیں ہیں۔ 2010 کے سیلاب نے 20 ملین افراد کو متاثر کیا، 1600 کے قریب افراد ہلاک ہوئے اور 10 بلین ڈالر کا نقصان پہنچا جبکہ 2022 کے سیلاب نے 33 ملین افراد کو متاثر کیا، 1750 کے قریب ہلاکتیں ہوئیں اور ملک کو 14.9 ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔ کراچی میں جون 2015 کی ہیٹ ویو کے نتیجے میں 1200 سے زائد اموات ہوئیں اور 2015 میں کراچی ہیٹ ویو سے صرف 3 دنوں میں 65 افراد ہلاک ہوئے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے پاکستان کے لیے خطرات کے بڑھنے کی وجہ ملک کا پنجاب، سندھ اور بلوچستان میں صحراؤں کے ساتھ منفرد جغرافیہ ہے جبکہ ملک کے شمالی حصے میں دنیا کے تیسرے سب سے بڑے گلیشیئرز موجود ہیں اور تین مشہور پہاڑی سلسلے ہمالیہ، ہندوکش اور قراقرم بھی ان علاقوں میں پائے جاتے ہیں۔

پاکستان میں تقریباً 5000 گلیشیئرز ہیں جو کہ گرمیوں میں پگھلتے ہیں لیکن موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے درجہ حرارت میں اضافے نے ان کے پگھلنے کے عمل کو تیز کر دیا ہے جس کے نتیجے میں بار بار سیلاب آتے ہیں۔ پاکستان میں آب و ہوا گرم ہے اور زیادہ تر زمین بنجر یا نیم بنجر ہے۔ دریا ہندوکش، ہمالیہ اور قراقرم کے سلسلے میں گلیشیئرز کے پگھلنے سے بھر جاتے ہیں گلوبل وارمنگ کی وجہ سے بہاؤ میں خلل پڑتا ہے اور اس طرح زراعت پر منحصر معیشت موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے شدید متاثر ہوتی ہے۔ مون سون کی متغیر بارشیں، ` سیلاب اور خشک سالی پانی، خوراک اور توانائی کی دستیابی میں خطرات کا باعث بنتی ہیں۔ خشک اور شدید گرم موسم جنگلوں میں آگ کا باعث بنتا ہے، پودے، جانور اور جنگلی حیات متاثر ہوتی ہے جو بالآخر ماحولیات کے لیے خطرے پر منتج ہوتی ہے۔ ملک کے مختلف حصوں کے منفرد موسم کے اور متنوع سماجی ڈھانچے لوگوں کو غیر مساوی طور پر متاثر کرتا ہے۔

پاکستان میں تنوع/تقسیم

پاکستان متعدد نسلی، مذہبی اور ثقافتی طبقات کا مسکن ہے۔ موسمیاتی تبدیلیاں اس نسلی، مذہبی اور ثقافتی گروہوں پر آبادی کو ایک ہی وقت میں چیلنجز اور مواقع فراہم کرتی ہیں۔ اس متنوع آبادی کے اندر، معاشرے کے مختلف طبقات ہیں جو غیر متناسب طور پر موسمیاتی تبدیلیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ پسماندہ طبقات، خواتین، اقلیتیں، کم آمدنی والے گروہ، مہاجرین، مقامی گروہ، ہنزہ کی آبادی کا ایک بڑا حصہ اور کالاش طبقات کو آب و ہوا سے متعلق بڑھتے ہوئے خطرات کا سامنا ہے۔ اس کی وجوہات وسائل تک محدود رسائی، مختلف طبقات کے ساتھ مختلف سلوک، فیصلہ سازی کے عمل میں عدم شمولیت اور سماجی پسماندگی ہو سکتی ہیں۔ موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کے نتیجے میں ان طبقات کو درپیش مالی مسائل ان کی بقا کو خطرے میں ڈال سکتے ہیں۔

پاکستان کے پسماندہ طبقات اور موسمیاتی تبدیلی

پاکستان میں کئی گروہوں کی درجہ بندی جنس، معاشی مواقع اور حیثیت، مذہبی وابستگی کے ساتھ ساتھ قومیت اور ملک میں رہائش کی حیثیت کی بنیاد پر پسماندہ طبقات میں کی جا سکتی ہے۔ اس پالیسی بریف میں چھ اقسام کے پسماندہ طبقات کی نشاندہی کی گئی ہے جن میں زراعت سے وابستہ دیہی طبقہ، خواتین، کم آمدنی والے طبقات، ہنزہ اور کالاش کے مقامی طبقات، مہاجرین اور اقلیتیں شامل ہیں۔ بریف کے اگلے حصے ان طبقات پر موسمیاتی تبدیلی کے اثرات اور ان کا مقابلہ کرنے کی میں شمولیت کی بنیاد پر استدلال قائم کرنے کے لیے وقف ہیں۔

زراعت سے وابستہ دیہی طبقات

دیہی طبقات جو بنیادی طور پر زراعت سے وابستہ ہیں موسم کی تبدیلیوں سے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ سیلاب، خشک سالی اور غیر متوقع بارشوں کا براہ راست اثر فصل کی پیداوار پر پڑتا ہے جس سے متنوع سماجی و اقتصادی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بنیادی طور پر سندھ، بلوچستان اور جنوبی پنجاب میں ایسے متاثرہ دیہی زرعی طبقات کی اکثریت پائی جاتی ہے۔ 2022 کے حالیہ سیلاب میں بلوچستان اور سندھ سب سے زیادہ متاثر ہوئے اور اس کے بعد جنوبی پنجاب تباہی کے لحاظ سے دوسرے نمبر پر رہا۔

سیلاب کے بعد حکومت پاکستان اور اقوام متحدہ کی طرف سے لگائے تخمینے کے مطابق، پاکستان میں 2022 کے سیلاب نے تقریباً 33 ملین افراد کو متاثر کیا اور تقریباً 7.9 ملین افراد بے گھر ہوئے جن میں سے اکثریت دیہی آبادی کی ہے۔

سیلاب اور خشک سالی فصلوں کو تباہ کر کے دیہی آبادی کی غربت میں مزید اضافہ کرتے ہیں جیساکہ سندھ میں 2010 کے سیلاب کے بعد کچھ زرعی اراضی ناقابل کاشت ہو گئی تھی۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ مون سون کے موسم کے علاوہ سندھ، بلوچستان اور جنوبی پنجاب میں بہت کم بارشیں ہوتی ہیں جس کی وجہ سے خشک سالی کے امکانات پیدا ہوتے ہیں۔ کوئٹہ بلوچستان میں گرمی کی شدید لہروں کی وجہ سے درجہ حرارت 40 سے اوپر رہنا اب معمول بن چکا ہے اور اس میں مسلسل اضافہ بھی ہو رہا ہے۔ بار بار آنے والی خشک سالی بلوچستان میں آبی گزرگاہوں اور زرعی سرگرمیوں کو متاثر کرتی ہے جس کی وجہ سے ملک کے سب سے پسماندہ خطے میں غذائی عدم تحفظ اور سماجی و اقتصادی چیلنجز میں شدت آتی ہے۔ اگرچہ خشک سالی بلوچستان کی پسماندہ برادریوں کو درپیش واحد ماحولیاتی مسئلہ نہیں ہے، بلوچستان کے جنوب مغرب میں زلزلے اور لینڈ سلائیڈنگ ان طبقات کے لیے اس مسئلے کو مزید بڑھا دیتے ہیں۔

قدرتی آفات اور پسماندہ طبقات کی پسماندگی کے درمیان ایک باہمی تعلق موجود ہے، زیادہ تر ایسے اضلاع میں جہاں قدرتی آفات نے ان طبقات کو متاثر کیا وہاں پہلے سے ہی غربت کی شرح بہت زیادہ تھی جس کا مطلب ہے کہ وہ طبقات ایسی آفات کا مقابلہ کرنے کی سکت نہیں رکھتے تھے ۔ بلوچستان، جنوبی پنجاب اور خیبر پختونخواکے کے کچھ علاقے اس لحاظ سے سب سے اہم ہیں۔ سال 2000 اور 2002 کی خشک سالی نے بلوچستان اور سندھ میں تقریباً 30 لاکھ افراد کو متاثر کیا جس کے نتیجے میں معاشی ترقی کی شرح 6 فیصد سے گر کر 2 اعشاریہ 6 فیصد رہ گئی۔

کشمیر قدرتی آفات جیسے زلزلوں اور موسمیاتی تبدیلی کے اثرات سے بہت زیادہ متاثر ہوتا ہے۔ آزاد جموں و کشمیر (اے جے کے) کا خطہ زیادہ تر زرعی ہے اور اس کی دیہی آبادی کا تناسب 88.12 فیصد ہے۔ حالیہ برسوں میں موسمیاتی تبدیلیوں نے ماحولیات اور ان کے وسائل پر بہت برا اثر ڈالا ہے اور بہت سے کم آمدن والے کشمیریوں کو ان کے آباو اجداد کی چھوڑی گئی قدرتی دولت سے محروم کر دیا ہے۔ توانائی کے وسائل، زرعی اور مویشیوں کی پیداوار اور کھیتی باڑی کے لیے ماحولیات پر انحصار کی وجہ سے آزاد جموں و کشمیر موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات کے لیے سب سے زیادہ کمزور خطوں میں سے ایک ہے. ۔ آزاد جموں و کشمیر کی وزارت منصوبہ بندی و ترقی کے مطابق خطے کے لیے موسمیاتی تبدیلیوں کے سب سے زیادہ خطرات میں بڑھتا ہوا درجہ حرارت، زمین کا کٹاؤ، زمین کا انحطاط، دریاؤں کے بہاؤ میں کمی، بار بار خشک سالی، بے وقت شدید بارشیں اور موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے سیلاب شامل ہیں۔ ان خطرات میں جان، املاک، انفراسٹرکچر اور ذریعہ معاش کو نقصان پہنچنے کے ساتھ ساتھ قدرتی آفات کے واقعات بڑھنے کا امکان موجود ہے۔ مُختصراً یہ کہ کشمیر کے باشندے معاشرے کے سب سے زیادہ خطرے سے دوچار طبقہ ہیں جنہیں موسمیاتی تبدیلی کے سنگین نتائج کا سامنا ہے۔ خطرات اور قدرتی آفات کے درمیان باہمی تعلق بھی ہے، زیادہ تر اضلاع، جن میں خطرات زیادہ ہیں، نے حالیہ قدرتی جھٹکوں کا سامنا کیا ہے، جس کا مطلب ہے کہ غربت اور خوراک کے عدم تحفظ کی سطح پہلے ہی زیادہ ہے اور اس طبقے میں ایسی آفات کا سامنا کرنے کی سکت بہت کم ہے۔

خواتین

جب موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کا سامنا کرنے کی بات آتی ہے تو خواتین معاشرے کے سب سے کمزور اور پسماندہ حصے کے طور پر سامنے آتی ہیں. معاشرے میں نہ تو ان کے پاس گھر کے اختیارات ہوتے ہیں اور نہ ہی انہیں فیصلہ سازی کے عمل میں شریک کیا جاتا ہے جبکہ انہیں بھوک، جنسی حملوں اور بیماریوں کا بھی سامنا کرنا پڑتا ہے. حکومت پاکستان کے تخمینے کے مطابق تولیدی عمر کی تقریباً 8 اعشاریہ 2 ملین خواتین حالیہ سیلاب سے متاثر ہوئیں جبکہ کل متاثرہ خواتین کی تعداد اس سے بہت زیادہ ہے. اس وقت صوبہ سندھ میں سیلاب کے باعث بے گھر ہونے والے 1 اعشاریہ 5 ملین افراد میں سے 49 فیصد خواتین تھیں.

آکسفیم کی طرف سے پاکستان میں آفات کے دوران رد عمل کے صنفی تجزیے کے مطابق سیلاب کے دوران متاثرین کی صاف پانی تک رسائی بہت کم تھی. ایسے حالات میں اگرچہ مردوں اور عورتوں دونوں کو صاف پانی حاصل کرنے میں دشواری کا سامنا کرنا پڑا تاہم خواتین کی صاف پانی تک رسائی زیادہ تیزی سے کم ہوئی جس کے نتیجے میں ایسے علاقوں میں خواتین میں پانی سے پیدا ہونے والی بیماریوں کا خطرہ براہ راست بڑھ گیا۔ تباہ کن سیلاب معاشرے کے تمام افراد پر بدترین اثرات مرتب کرتے ہیں جن میں مرد، عورتیں اور بچے شامل ہیں تاہم خواتین بالخصوص دیہی خواتین ان سے زیادہ متاثر ہوتی ہیں۔

چونکہ خواتین کسی جائیداد کی مالک نہیں ہوتیں اس لیے وہ مزدور ہی رہتی ہیں جبکہ خواتین کسانوں کو کسی آفت کے بعد فصلوں کے نقصان کی ادائیگی بھی نہیں کی جاتی۔ ڈیموگرافک اینڈ ہیلتھ سروے رپورٹ میں ایک اور اہم مسئلہ جو اجاگر کیا گیا ہے وہ دیہی خواتین میں مالی تعلیم کے فقدان کا ہے۔ چونکہ ان کے پاس بطورِ سیکیورٹی رکھوانے کے لیے بہت کم زمین ہوتی ہے اس لیے وہ خواتین شاذو نادر ہی کوئی رسمی قرض لیتی ہیں۔

2022 کے سیلاب کے دوران، اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ نے سیلاب سے متاثرہ علاقوں میں تقریباً 650،000 حاملہ خواتین کا تخمینہ لگایا جنہیں محفوظ زچگی کی صحت کی خدمات کی اشد ضرورت تھی. سڑکوں اور پلوں کو پہنچنے والے نقصان کی وجہ سے خواتین اور لڑکیوں کے لیے طبّی خدمات تک رسائی بھی متاثر ہوئی۔ عام حالات میں بھی پاکستان کے دیہی علاقوں میں رہنے والی خواتین کو صحت کی دیکھ بھال کی سہولیات تک بہت کم رسائی حاصل ہے اور کسی بھی انسانی آفت کی صورت میں صورتحال دس گنا گمبھیر ہو جاتی ہیں۔ اقوام متحدہ کے پاپولیشن فنڈ کے مطابق قدرتی آفات کی صورت میں صنفی بنیاد پر تشدد کے واقعات میں اضافہ ہوتا ہے جس کے نتیجے میں بہت سے گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔

کم آمدن والے گروہ

اگرچہ وہ کسی بھی قسم کی آفات کے لیے براہ راست ذمہ دار نہیں ہوتے تاہم کم آمدن والے طبقات ایسی آفات سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔ پاکستان کی آمدن کی شرح تقریباً 2 ڈالر زفی دن ہے جبکہ تمام صوبوں میں واضح فرق کے ساتھ ملک کی 50 فیصد آبادی کی قوتِ خرید میں واضح فرق پایا جاتا ہے۔ تمام صوبوں کے جنوبی خطوں میہں شمالی خطوں کی نسبت زیادہ غربت پائی جاتی ہیں۔

خیبر پختونخوا کا صوبہ اس لحاظ سے مختلف ہے کہ وہاں کے جنوبی اور شمالی دونوں حصوں میں زیادہ غربت پائی جاتی ہے۔ پاکستان انسانی ترقی کے اشاریے (Human Development Index HDI) کے شعبے میں دنیا کے 187 ممالک میں سے 146 ویں نمبر پر موجود ہے۔ غربت کی بڑھتی ہوئی شرح، کم آمدن والے افراد کی وسائل تک رسائی اور غربت کم کرنے کے لیے حکمت عملی کا فقدان پاکستان کے 146 نمبر پر پہنچنے کی وجوہات ہیں۔

ملکی آبادی کا ایک بڑا حصہ کم آمدن والے گروہ میں شامل ہونے کی وجہ سے موسمیاتی تبدیلیوں کے باعث آنے والی تباہ کن آفات کے دوران معیشت پر بڑھتے ہوئے بوجھ کا باعث بنتا ہے۔ ان کے گھر، روزگار، زمین اور جمع پونجی طوفانوں کی نظر ہو جاتی ہیں، انہیں ہجرت پر مجبور ہونا پڑتا ہے اور وہ بالآخر موسمیاتی تبدیلیوں کے مہاجرین بن جاتے ہیں۔ محدود وسائل کی وجہ سے ان کی طوفانوں کا مقابلہ کرنے کی اہلیت انتہائی کم ہوتی ہے۔ ان کے گھر بالعموم نسبتاً نشیبی علاقوں میں واقع ہوتے ہیں اور ایسے میٹیریل سے نہیں بنے ہوتے جو تیز بارشوں، سیلاب یا گرمی کی شدید لہروں کا مقابلہ کر سکیں۔ مارچ 2013 سے فروری 2014 تک بارشوں میں نمایاں کمی کے بعد تھرپارکر میں بہت سے بچے غذائیت کی کمی کا شکار ہو کر جاں بحق ہو گئے۔ ایسی قحط کی صورتحال، سیلابوں یا بارشوں میں شدید کمی کی وجہ سے پہلے سے ہی کم وسائل مزید کم پڑ جاتے ہیں اور صورتحال جانوں کے لیے خطرناک ہو جاتی ہے۔

مقامی طبقات

پاکستان کے شمال مغربی خطے میں بسنے والے کالاش قبیلے کے لوگ اپنی ثقافت اور مذہب کے لحاظ سے منفرد ملک کی منفرد اقلیت ہیں۔ کئی عشروں سے لوگ بطور سیاح ان کے پاس آتے ہیں ان کے رہن سہن کا مشاہدہ کرتے ہیں تاہم وہاں بسنے والے لوگوں کو اپنی منفرد ثقافت برقرار رکھنے میں مشکلات کا سامنا رہتا ہے۔ مون سون کا موسم خطے میں سیلاب لاتا ہے جس سے گھروں، فصلوں اور معاش کو نقصان پہنچتا ہے اور کمیونٹی کی خوراک اور زندگیوں کو خطرات لاحق ہوتے ہیں ۔ پاکستان کے شمالی علاقوں میں واقع گلیشیئرز کا غیر معمولی پگھلنا سیلاب کی ایک بڑی وجہ ہے۔ برفانی سیلابوں نے قدرتی مناظر کو متاثر کرنے کے ساتھ ساتھ زمین کے کٹاؤ، خوراک کے عدم تحفظ، ثقافتی ورثے کو نقصان اور مقامی پرندوں کی نقل مکانی جیسے سنگین خطرات پیدا کیے ہیں۔ گلیشیئرز کے پھٹنے کی وجہ سے 2011 اور 2015 میں آنے والے سیلابوں نے کالاش کے لوگوں کے روزگار کو بہت نقصان پہنچایا۔

پاکستان کے شمالی علاقے میں واقع 2044 برفانی جھیلوں میں سے 33 پھٹنے کے شدید خطرہ سے دوچار ہیں۔ برفانی طوفانوں (جی ایل او ایف) کے بار بار آنے سے سیلاب کے واقعات میں اضافہ ہو رہا ہے جس کی وجہ سے فصلوں کی پیداوار میں کمی اور مقامی افراد زرعی آمدنی کم ہو رہی ہے۔ جنوبی ایشاء میں گلیشیئرز کے پگھلنے کی وجہ سے نہ صرف ہنزہ کے باشندے بلکہ دریاؤں کے قریب رہنے والے لوگ بھی برفانی طوفانی کی وجہ سے آنے والے سیلابوں کے خطرے سے دوچار ہیں۔ دریائے سندھ میں 70% سالانہ بہاؤ برف اور گلیشیئرز پگھلنے سے آتا ہے اور پانی کی معمول کی فراہمی میں کسی قسم کی رکاوٹ ملک کی زرعی معیشت کو نقصان پہنچاتی ہے۔

مغربی قراقرم میں واقع ہنزہ طاس کا 31% رقبہ گلیشیئرز سے ڈھکا ہوا ہے اور اس وجہ سے یہ علاقہ موسمیاتی تبدیلیوں اور بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کے زیادہ خطرے سے دوچار ہے۔ گلیشیئرز کے پگھلنے اور اس کے نتیجے میں آنے والے سیلاب بالائی سندھ میں نقل مکانی کا باعث بن رہے ہیں اور لوگ عام طور پر ان حالات میں اپنی مدد آپ کے تحت حکمت عملیوں پر عمل کرتے ہیں۔ عطاء آباد جھیل میں ہونے والی مشہورِ زمانہ لینڈ سلائیڈنگ کے بعد مسلسل لینڈ سلائیڈنگ کے واقعات کی وجہ سے لوگ بے گھر ہو رہے ہیں۔ یہ بڑے پیمانے پر نقل مکانی براہ راست موسمیاتی تبدیلی کے باعث ہوتی ہے اور خاص طور پر ہنزہ کے لوگوں کو نشانہ بناتی ہے۔

مہاجرین

حالیہ اعدادوشمار کے مطابق پاکستان میں مہاجرین کی آبادی 1 اعشاریہ 74 ملین تک پہنچ چکی ہے۔ مہاجرین کی اکثریت افغان پناہ گزینوں پر مشتمل ہے جن میں سے 13 لاکھ رجسٹرڈ افغان سٹیزن کارڈ ہولڈرز ہیں جبکہ تقریباً 4 لاکھ یا اس سے کچھ زیادہ افغان شہری بغیر دستاویزات کے پاکستان میں بطور مہاجرین موجود ہیں۔ صومالیہ، ایران، عراق اور فلسطین سے تعلق رکھنے والے غیر افغان مہاجرین اور پناہ کے متلاشی بھی پاکستان کی مہاجرین کی آبادی کا ایک فیصد پر مشتمل ہیں۔ اس پناہ گزین آبادی کا ایک بڑا حصہ نچلے طبقے کے کم آمدنی والے گروہوں سے تعلق رکھتا ہے جس کے وسائل تک رسائی کم اور فیصلہ سازی کے عمل میں کوئی کردار نہیں ہے۔ وہ ایسے علاقوں اور کمیونٹیز میں رہتے ہیں جو موسمیاتی تبدیلیوں کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے بہت زیادہ موافق نہیں اور اس لیے زیادہ خطرے کا شکار ہیں۔ مون سون کی شدید بارشیں، سیلاب اور خشک سالی ان طبقات پر براہ راست اثرانداز ہوتی ہے اور پہلے سے خراب صورتحال کو مزید خراب کرتی ہے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے دنیا بھر میں موسمیاتی پناہ گزینوں کی تعداد میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو موسمیاتی تبدیلی کے واقعات جیسے سیلاب، خشک سالی، قحط، گرمی کی لہروں اور دیگر آفات کی وجہ سے نقل مکانی پر مجبور ہیں۔ پاکستان میں حالیہ سیلاب نے تقریباً 80 لاکھ افراد کو بے گھر کیا کیونکہ مون سون کی بارشوں اور سیلاب سے ان کے گھر اور مویشی مکمل طور پر تباہ ہو گئے تھے۔ سندھ اور بلوچستان میں متاثرہ طبقات کے تقریباً 6 لاکھ لوگوں نے ریلیف کیمپوں میں پناہ لی اور تقریباً 50,000 افراد کراچی منتقل ہوئے جس کے نتیجے میں غیر منصوبہ بند طریقے سے شہری آبادکاری میں اضافہ ہوا۔ آفت زدہ علاقوں کے باسی اپنی جمع پونجی ان آفات کی وجہ سے کھو دیتے ہیں اور آخر کار انہیں زندگی صفر سے شروع کرنا پڑتی ہے۔

اقلیتیں

پاکستان میں متعدد نسلی اور مذہبی اقلیتیں آباد ہیں۔ پاکستان کی کل آبادی کا 2 اعشاریہ ایک فیصد ہندو مذہب سے تعلق رکھنے والے افراد ہیں جو مسلمانوں کے بعد ملک دوسری بڑی آبادی ہیں۔ ملک میں عیسائی 1.6% فیصد جب کہ احمدی برادری کل آبادی کا 0.22% ہیں اور دیگر اقلیتیں 0.07% پر مشتمل ہیں۔ پاکستان میں پارسی اور سکھ بھی مقیم ہیں۔ مسیحی آبادی کی اکثریت پنجاب میں مقیم ہے اور ان کا ایک بڑا حصہ کم آمدنی والی ملازمتیں کرتا ہے۔

صوبہ سندھ میں ہندو اور شیڈولڈ اقلیتوں سے تعلق رکھنے والے لوگ بستے ہیں۔ احمدی برادری پورے ملک میں یکساں طور پر تقسیم ہے جس کی ایک نمایاں تعداد اسلام آباد میں رہتی ہے۔ ملک میں بسنے والی نسلی اقلیتوں میں بلوچ، کالاش برادری، سدی، بارھوئی، ہزارہ اور نورستانی شامل ہیں۔ اقلیتی برادریاں خواہ وہ مذہبی ہوں یا نسلی، انہیں اپنے سماجی ثقافتی طریقوں، نسل پرستی اور نفرت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ 2022 کے سیلاب میں امدادی کاروائیوں کے دوران ایسے واقعات بھی سامنے آئے جہاں پنجاب میں لوگوں نے مذہبی اختلافات کی وجہ سے اقلیتوں کی مدد کرنے سے انکار کیا۔ ملک میں ایسے واقعات اور پالیسی سازوں کی طرف سے انہیں نظرانداز کرنے کی وجہ سے اقلیتوں کو موسمی آفات کی بناء پر زیادہ بوجھ برداشت کرنا پڑتا ہے۔

موسمیاتی تبدیلیاں اور پاکستان کے کمزور طبقات

بارانی علاقوں میں زراعت سے وابستہ طبقات کو بارش کے بدلتے ہوئے پیٹرنز کی وجہ زیادہ بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور اس سے فصلوں کا بونے اور کاٹنے کے اوقات میں تبدیلی آتی ہے اور خوراک کی کمی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ شہری علاقوں میں مقیم کم آمدنی والے طبقات کو گرمی سے متعلق صحت کے مسائل کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے جو ماحول اور صحت عامہ کے خدشات کے باہمی تعلق کو اجاگر کرتے ہیں۔ شدید موسمی حالات کے بڑھتے ہوئے واقعات پسماندہ گروہوں کے لیے مزید مسائل کا باعث بنتے ہیں۔ دریائے سندھ کے کنارے جیسے علاقوں میں آباد طبقات کو سیلابی صورتحال سے بار بار بے گھر ہونا پڑتا ہے اور ان کا روزگار متاثر ہوتا ہے۔ اس کے برعکس، قحط زدہ علاقوں کو پانی کی کمی کا سامنا رہتا ہے جس سے زرعی پیداوار متاثر ہوتی ہے اور غربت میں اضافہ ہوتا ہے۔ ساحلی علاقوں کے مکینوں کو سمندری طوفانوں سے خطرات کا سامنا رہتا ہے جیسا کہ 2010 میں سائیکلون فیٹ نے تباہی مچائی کے اثرات کی مثال دی گئی ہے خطروات سے دوچار ایسے علاقوں میں موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے آنے والی آفات سے نمٹنے کی فوری ضرورت ہوتی ہے۔ جیسا کہ عالمی درجہ حرارت میں مسلسل اضافہ ہوتا جارہا ہے، ایسے میں جامع اور موثر پالیسیاں تشکیل دینا ضروری ہیں۔ کمزور خطوں کی ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف طبقات کے لیے موافقت بنی حکمت عملیوں کو طے کرنا، وسائل کی منصفانہ تقسیم، خطروں سے دوچار خطوں میں طوفانوں کے مقابلے کی سکت پیدا کرنا اور پائیدار ترقی کو بڑھانے کے لیے فعال اقدامات پر زور دینا چاہیے۔

پاکستان کے شہری علاقوں میں بسنے والے طبقات کمزور ڈھانچے کے ساتھ موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات کا سامنا کرنے میں صف اول میں کھڑے ہیں اور یہ اثرات کمزور طبقات پر ایک برے سائے کی طرح موجود رہتے ہیں۔ جیسے جیسے درجہ حرارت میں اضافہ ہوتا ہے اور شدید موسمی واقعات کی تعداد بڑھتی ہے، شہری علاقوں کے لیے کثیر جہتی چیلنجوں میں بھی اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے شدید گرمی کی لہریں شہری باشندوں کی صحت اور بہبود کے لیے فوری خطرات کا باعث بنتی ہیں۔ مزید برآں، تبدیل شدہ بارش کے پیٹرن کچھ علاقوں میں سیلاب اور دیگر میں پانی کی کمی، شہری انفراسٹرکچر کو خراب کرنے اور خطروں میں اضافہ کرنے میں کردار ادا کرتے ہیں۔ خودرو بستیاں جن میں عموماً پسماندہ طبقات رہائش پذیر ہوتے ہیں خاص طور پر موسمیاتی آفات سے متاثر ہوتی ہیں اور وہاں موافقت اور بحالی کے لیے وسائل بھی محدود ہوتے ہیں۔

پانی اور صفائی کا نظام، سماجی و اقتصادی تانے بانے میں پیچیدگیوں کے ساتھ ایسی آفات بنیادی شہری ڈھانچے پر دباؤ کا باعث بنتی ہیں جس کے ممکنہ نتائج صحت عامہ، سماجی ہم آہنگی اور معاشی استحکام پر اثرانداز ہوتے ہیں۔ شہری آبادیوں پر موسمیاتی تبدیلیوں کے اثرات کو حل کرنے کے لیے ایک جامع نقطہ نظر کی ضرورت ہے جو کہ شہری منصوبہ بندی، طبقات کی شمولیت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم کو مربوط کرے تاکہ کمزور گروہوں کی موافقت کی صلاحیت کو بڑھایا جاسکے۔

موسمیاتی تبدیلیاں کمزور طبقات پر شدید طور پر اثرانداز ہوتی ہیں خاص طور پر پاکستان کے مقامی طبقات پر ان کے اثرات دیرپا ہوتے ہیں۔ مقامی آبادی، جو اکثر اپنے مقامی ماحولیاتی نظام سے موافقت رکھتی ہے وہ موسمیاتی تبدیلیوں کے بڑھتے ہوئے چیلنجز کا سامنا کرتی ہیں۔ درجہ حرارت اور بارشوں کے طریقوں میں تبدیلیاں شہریوں کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اپنا وسیب بار بار تبدیل کریں۔ اس سے وہ نباتات اور حیوانات بری طرح متاثر ہوتے ہیں جن پر مقامی طبقات کا اپنی خوراک اور رہن سہن کے لیے انحصار ہوتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے حیاتیاتی تنوع کو شدید خطرات لاحق ہوتے ہیں اور اس سے وہ نازک توازن جسے مقامی طبقات نے صدیوں سے برقرار رکھا ہوتا ہے وہ بھی خطرے سے دوچار ہو جاتا ہے۔ اگرچہ آفات کے مقابلے کے لیے یہ طبقات بڑی حد تک اپنے مقامی علم پر انحصار کرتے ہیں تاہم پھر بھی موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے آنے والی آفات کی پیش گوئی کرنے اور ان کا سامنا کرنے کی صلاحیت کو کمزور کرتی ہیں۔ چونکہ مقامی طبقات منفرد ماحولیاتی نظام کے محافظ کا کردار ادا کرتے ہیں مقامی ثقافتوں کے ساتھ جڑی حیاتیاتی تنوع کو بچانے کے لیے فوری اقدامات ناگزیر ہیں۔

موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کی حکمت عملی میں تمام طبقات کی شمولیت ضروری ہے

موسمیاتی تبدیلیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ایسے طبقات جو ان سے سب سے زیادہ متاثر ہوتے ہیں، مشاورت کے عمل میں انہیں لازمی شامل کیا جائے اور موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کے لیے بوجھ کو مساوی طور پر تقسیم کیا جائے۔ اس سے نہ صرف سماجی اقتصادی عدم مساوات کا خاتمہ ہوتا ہے بلکہ قدرتی وسائل کے بہتر انتظام اور صحت اور بہبود کے نظام کی بہتری سے معیشت بھی مضبوط ہوتی ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف جامع اقدامات ایسے پائیدار مستقبل کی طرف آگے بڑھنے کا راستہ ہموار کرتے ہیں جس میں ہر کوئی شامل ہو۔ پالیسی سازی کے عمل میں شمولیت معاشرے کے پسماندہ اور غیر متناسب طور پر متاثرہ طبقوں کو اپنے مستقبل سے متعلق معاملات میں حصہ لینے اور فیصلہ کرنے کا حق فراہم کرتی ہے۔ بڑھتی ہوئی غربت اور آب و ہوا کی وجہ سے نقل مکانی اقتصادی ترقی کو کم کرتی ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کے لیے لائحہ عمل مساوات کی بنیاد پر ترتیب دیا جانا چاہیے تاکہ یہ یقینی بنایا جاسکے کہ موسمیاتی تبدیلی کے فوائد اور بوجھ کو مساوی طور پر بانٹا گیا ہے۔ موسمیاتی انصاف کا نظریہ صاف توانائی، پائیدار روزگار اور خاص طور پر لچکدار انفراسٹرکچر ان کی سماجی اقتصادی حیثیت سے آزاد وسائل تک مساوی رسائی کا مطالبہ کرتا ہے۔ امیر اور غریب، مراعات یافتہ اور پسماندہ طبقات کے درمیان فرق اور عدم مساوات کو ختم کرکے اور جامع پالیسیوں کو اپنا کر، ہم سب کے لیے زیادہ منصفانہ، لچکدار اور خوشحال مستقبل کی راہ ہموار کر سکتے ہیں۔

جب تک کہ معاشرے کے تمام طبقات فیصلہ سازی کے عمل میں شامل نہ ہوں اور پالیسیاں اس طریقے سے بنائی نہ جائیں کہ سب سے کمزور طبقات کو ترجیح نہ دی جائے، موافقت اور تخفیف کی کوششوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ فیصلہ سازی کے عمل میں سماج کے مختلف اسٹیک ہولڈرز کو شامل کرکے اور ماحولیاتی تبدیلیوں سے نمایاں طور پر متاثر ہونے والے طبقات کی نمائندگی کی ضرورت کو تسلیم کرنا ضروری ہوتا ہے۔ اس سلسلے میں نچلی سطح پر کام کرنے والی غیر سرکاری تنظیموں سے مشورہ کیا جاسکتا ہے کیونکہ ان کے پاس زمینی حقائق اور مسائل کے بارے میں زیادہ بہتر معلومات ہوتی ہیں اور وہ ممکنہ حل تجویز کرسکتے ہیں۔

موسمیاتی تبدیلیوں اور طبقات کی شمولیت کے حوالے سے پاکستان کی موجودہ پالیسیاں

پاکستان کی موسمیاتی تبدیلی کی قومی پالیسی، تمام صوبوں، آزاد جموں وکشمیر اور گلگت بلتستان کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسیوں میں معاشرے کے پسماندہ اور غیر متناسب طور پر متاثرہ طبقات کو شامل رکھا گیا ہے۔ یہ پالیسیاں آفات کے مقابلے کی تیاری، موافقت اور تخفیف کی کوششوں کے لیے ایک فریم ورک فراہم کرتی ہیں جس میں موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کے لیے بنیادی ڈھانچے پر توجہ دی جاتی ہے۔ یہ تمام پالیسیاں ہر صوبے کو درپیش موسمیاتی تبدیلی کی وجہ سے پیش آنے والے واقعات اور اس سے متعلقہ پالیسیوں کے حوالے سے جامع ہیں۔ تاہم، ان پالیسیوں میں ادارہ جاتی کام مبہم اور ایک دوسرے سے متصادم ہیں اور پالیسیوں کے نفاذ کا مناسب طریقہ کار اور موثر حکمت عملی کا فقدان ہے۔ اگرچہ تمام طبقات کو پالیسی کی سطح پر شامل کیا گیا ہے تاہم اس کا اثر نچلی سطح پر بہت کم دیکھنے میں آتا ہے۔ بلوچستان حکومت کا موسمیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے ردعمل باقی صوبوں کے لحاظ سے بہت پیچھے ہے۔ بار بار خشک سالی، سیلاب، گرمی کی لہروں اور زراعت کو پہنچنے والے نقصانات کے حوالے سے سب سے زیادہ متاثرہ صوبہ ہونے کے باوجود بلوچستان کے پاس موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی نہیں ہے۔۔ ہم یہاں بلوچستان انوائرنمنٹ پروٹیکشن ایکٹ 2012 کا تجزیہ کررہے ہیں۔ بلوچستان انوائرنمنٹ پروٹیکشن ایجنسی کو نیشنل کلائمیٹ چینج پالیسی پر مبنی بلوچستان کلائمیٹ چینج پالیسی کا مسودہ تیار کرنا تھا لیکن ابھی تک اس پر کوئی پیش رفت دیکھنے میں نہیں آئی۔

ابھی تک سامنے آنے والی تمام پالیسیوں میں خواتین کو معاشرے کا سب سے کمزور طبقہ تسلیم کیا گیا ہے۔ صنفی کردار اور سماجی لحاظ سے کم تر درجے پر سمجھی جانے والی خواتین کو موسمیاتی تبدیلی کے واقعات خطرے میں ڈال دیتے ہیں۔ جب بات موسمیاتی تبدیلی کی کوششوں کی ہو، موسمیاتی تبدیلی کی قومی پالیسی قومی اور علاقائی دونوں سطحوں پر صنفی نقطہ نظر کو مرکزی دھارے میں لانے کی بنیاد کے طور پر کام کرتی ہے اور دیہی خواتین کی کمزوریوں کو بھی اجاگر کرتی ہے۔ نیشنل کلائمیٹ چینج جینڈر ایکشن پلان (سی سی جی اے پی) تیار ہورہا ہے جو صنفی لحاظ سے حکمت عملی کی بنیاد فراہم کرے گا اور موسمیاتی تبدیلی کے مسائل کے لیے صنفی نقطہ نظر میں ادارہ جاتی ہم آہنگی کو بڑھائے گا۔ پنجاب، سندھ، خیبر پختونخوا اور آزاد جموں وکشمیر کی پالیسیاں اور حکمت عملی دیہی خواتین اور ان کو درپیش غیر متناسب اثرات پر مرکوز ہیں۔ پنجاب کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی دیہی خواتین کو جدید ترین ٹیکنالوجیز سے ہم آہنگ کرنے کی بات کرتی ہے اور خطرات سے متعلق آگاہی میں ان کی تعلیم پر توجہ مرکوز کرتی ہے جس کا دیگر پالیسیوں اور حکمت عملیوں میں غور نہیں کیا جاتا۔

سندھ اور خیبر پختونخوا کی پالیسیوں میں خواتین کے لیے الگ یونٹس کے قیام پر توجہ مرکوز کی گئی ہے۔ سندھ کی صوبائی حکومت رورل سپورٹ آرگنائزیشن کے ساتھ مل کر صنفی لحاظ سے پالیسیوں کے نفاذ کو یقینی بناتی ہے تاکہ مقامی تنظیموں میں خواتین کے کردار کو شامل کیا جاسکے۔ کے پی کے حکومت نے خواتین کی حیثیت سے متعلق صوبائی کمیشن قائم کیا تاکہ تمام شعبوں بالخصوص ڈیزاسٹر مینجمنٹ کے شعبے میں ایک جامع طریقہ کار اختیار کیا جاسکے۔

تمام صوبوں کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسیوں میں دیہی طبقات بالخصوص زراعت اور مویشیوں کے تحفظ کو اولیت دی گئی ہے۔ قومی سطح کے علاوہ، آزاد جموں وکشمیر، سندھ اور کے پی کے کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسیوں میں دیہی علاقوں میں سیلاب سے محفوظ رہنے والے رہائشی ڈھانچے کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے جبکہ فصلوں کی پیداوار میں اضافے کے لیے جدید ٹیکنالوجی کے استعمال کی تجاویز دی گئی ہیں۔ کے پی کے اور سندھ کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسیاں دیہی ترقی پر مرکوز ہیں جن میں دیہی آبادیوں کو غریب طبقات میں شامل کرکے غربت میں کمی کی حکمت عملی فراہم کی گئی ہے۔ سندھ کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی زمین کی ملکیت کے سائز کا بھی تجزیہ کرتی ہے۔ تمام بڑی پالیسیوں میں دیہی علاقوں میں صحت کی بہتر سہولیات کی فراہمی کو ہدف بنایا گیا ہے۔

گلگت بلتستان کی موسمیاتی تبدیلی کی حکمت عملی قدرے مختلف ہے جس میں شہروں، قصبوں اور دیہی علاقوں کے لیے ایک خاص خطرے کے انڈیکس کے بارے میں بات کی گئی ہے تاکہ اس سے عوام الناس کو بھی آگاہ کیا جاسکے اور انہیں فیصلہ سازی کے عمل میں شامل کیا جاسکے جس کی تجویز دیگر صوبوں اور قومی سطح کی تمام پالیسیوں میں بھی کی گئی ہے۔ تمام پالیسیاں موسمیاتی تبدیلی کے خاص طور پر دیہی خواتین پر غیر متناسب اثرات کے بارے میں بات کرتی ہیں لیکن انہیں بظاہر بہتر زرعی طریقوں سے مدد ملتی ہے جب کہ زمین کی مالک نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ تر انہیں ان زمینوں سے حاصل ہونے والی آمدنی نہیں ملتی۔ جب دیہی خواتین کی بات آتی ہے تو کسی بھی پالیسی میں آفات بعد بحالی کے مرحلے میں ان کے لیے کسی خاص منصوبے کا ذکر نہیں کیا گیا۔

اگرچہ تمام پالیسوں میں پسماندہ طبقات کو بطور موسمیاتی تبدیلیوں کے متاثرین کے طور پر شامل کیا گیا ہے تاہم تجویز کردہ اقدامات کا تذکرہ بغیر کسی مناسب منصوبے کے یا کسی خاص ادارے کو اس کام کو مختص کیے بغیر کیا جاتا ہے۔ قومی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی حکومت پاکستان کی طرف سے شمالی پاکستان میں گلیشیر لیک آؤٹ برسٹ فلڈز کے خطرے کو کم کرنے کے منصوبے کے بارے میں بات کرتی ہے لیکن صوبائی پالیسیوں میں ایسے مخصوص منصوبے غائب ہیں۔ اس پالیسی کا مقصد بلوچستان میں کسانوں کو غربت سے نکالنے کے لیے جدید تکنیکی زرعی طریقوں سے مدد کرنا ہے۔ گلگت بلتستان کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی ہنزہ کی کمیونٹی کو لاحق خطرات کو تسلیم کرتی ہے اور گلیشیئر گرافٹنگ کی تکنیکوں کے استعمال کو فروغ دیتی ہے۔ یہ پالیسی دریا کے کنارے جیسے سیلاب کا شکار علاقوں میں دوبارہ آبادکاری کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔ پنجاب کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی قدرتی آفات کے خطرات کو کم کرنے کی حکمت عملی فراہم کرتی ہے تاکہ موسمیاتی تبدیلی کے ان واقعات کو رونما ہونے سے روکا جاسکے تاہم یہ پالیسی طبقات پر مبنی نقطہ نظر اختیار نہیں کرتی۔

پنجاب اور سندھ کے علاوہ تمام پالیسیوں میں زیادہ تر دیہی آبادی کو کم آمدنی والے گروہ شمار کیا گیا ہے جبکہ غربت کے خاتمے کی حکمت عملی بہتر زرعی طریقوں کی شکل میں فراہم کی جاتی ہے۔ صرف دیہی آبادیاں ہی کم آمدنی والے طبقات میں شمار نہیں ہوتے بلکہ بہت سے شہری علاقے اور دور دراز کے بسنے والے طبقات بھی اس گروپ کا حصہ ہیں۔ موسمیاتی تبدیلی کی قومی پالیسی ہی وہ واحد پالیسی ہے جو زیادہ جامع ہے جو اقتصادی پالیسیوں میں غربت اور موسمیاتی تبدیلی میں مماثلت کی بات کرتی ہے۔ خیبر پختونخوا کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی کم آمدنی والے گروہوں کی ہجرت کے بارے میں بات کرتے ہوئے ان کے لیے منصوبے ترتیب دینے کی بات کرتی ہے جو متاثرہ طبقات کو پالیسی سازی میں شمولیت کے حوالے سے اہم طریقہ ہے۔ پنجاب کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی میں موسمیاتی تبدیلیوں کے متاثرین کو روزگار فراہم کرنے کی اہمیت کو واضح کیا گیا ہے جو ایسے طبقات کی بہتری کے لیے پائیدار طریقہ ہے۔ اس پالیسی میں ہنر مندوں کی تعداد بڑھانے کی تجویز دی گئی ہے ۔ سندھ نے دیہی اور شہری علاقوں میں بالترتیب 75.5% اور 10.6% کثیر جہتی غریب آبادی کی نشاندہی کی ہے۔ اس آبادی کی صحت کی دیکھ بھال تک رسائی میں مدد کے لیے موافقت اور تخفیف کی حکمت عملی بھی تجویز کی گئی ہے لیکن معاشرے کے اس طبقے کو غربت سے نکالنے کے لیے کوئی مناسب منصوبہ نہیں بنایا گیا۔

موسمیاتی تبدیلی کی کسی بھی پالیسی میں پناہ گزینوں اور اقلیتی طبقات کا ذکر نہیں ہے شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ انہیں کم آمدنی والے یا معاشرے کے کمزور طبقات شمار کر لیا گیا ہو۔ اس سلسلے میں ایک وضاحت یہ بھی ہے کہ حکومتی پالیسیاں مذہبی یا سیاسی طور پر پیچیدہ طریقہ کار کو اختیار کرنے سے گھبراتی ہیں۔ بے گھر ہونے والی مقامی آبادی، موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے نقل مکانی کرنے والے طبقات پر اگرچہ گلگت بلتستان اور سندھ میں موسمیاتی تبدیلی کی پالیسیوں اور موافقت کے اقدامات تجویز کیے گئے ہیں تاہم سیلاب کا شکار علاقوں میں ان کی آبادکاری پر پابندی ہے۔ پاکستان کی قومی اور خیبر پختونخوا کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسیوں میں کالاش کمیونٹی نظر انداز کر کے انہیں لاحق خطرات کو اجاگر نہیں کیا گیا۔ یہ ماحولیاتی تبدیلی کی ان پالیسیوں میں ثقافتی طور پر اہم لیکن خطرے سے دوچار طبقے کے حوالے سے ایک بہت ہی غیر جامع انداز کا اظہار ہے۔

گلگت بلتستان کی موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی واحد پالیسی ہے جو وضع کردہ حکمت عملیوں کی باقاعدہ نگرانی اور فالو اپ کے نظام کے نفاذ پر زور دیتی ہے لیکن دوسری پالیسیوں میں اس عنصر کو مدنظر نہیں رکھا گیا۔ سندھ اور خیبر پختونخوا کی پالیسیوں میں موافقت اور تخفیف کی حکمت عملیوں میں نوجوانوں کو فیصلہ سازی میں شامل کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے حوالے سے بلوچستان کو قانون سازی اور پالیسی میں فرق کا سامنا ہے۔ اسے ایک مناسب موسمیاتی تبدیلی کی پالیسی یا حکمت عملی اپنانے کی ضرورت ہے، بلوچستان انوائرمنٹ پروٹیکشن ایکٹ (2012) فضلے میں کمی پر تو توجہ مرکوز کی گئی ہے تاہم موسمیاتی تبدیلی کے اثرات اور شمولیت پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی۔ ماحولیاتی تبدیلی کی تمام پالیسیوں میں پناہ گزینوں، نسلی اور مذہبی اقلیتوں کو بطور طبقہ مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔ مزید برآں، پالیسیوں میں مقامی طبقات کی شمولیت تجاویز کی شکل میں ہے تاہم ادارہ جاتی حکمت عملیوں کو نافذ کرنے یا ایک ادارے کو کوئی خاص کام سونپنے پر بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ صنفی لحاظ سے پالیسی سازی کو مرکزی دھارے میں لانا ایک اچھا اقدام ہے۔ ان پالیسیوں کو اب بھی مزید جامع بنانے کی ضرورت ہے تاکہ یکساں اور مساوی شمولیت کو یقینی بنانے کے لیے ابتدائی منصوبے بنائے جا سکیں۔

پالیسیوں کے لیے تجاویز

اعداد و شمار پر مبنی نقطہ نظر

پالیسیاں ترتیب دیتے وقت خطرے سے دوچار علاقوں کی نشاندہی کرنے کے لیے اعداد و شمار پر مبنی طریقوں کا سٹریٹجک استعمال، درست نقشہ سازی کے لیے جدید تجزیات اور جغرافیائی معلومات کے نظام (GIS) کا استعمال اولین ترجیح ہونی چاہیے۔ اعداد و شمار کا استعمال کرتے ہوئے، حکومت مختلف طبقات کے مخصوص مسائل کو بہتر طور پر سمجھ کر سکتی ہے۔ اس میں موسمیاتی تبدیلیوں کے تاریخی اعداد و شمار، سماجی و اقتصادی اشاریوں، اور ماحولیاتی عوامل کا تجزیہ کرنا شامل ہے تاکہ ان خطوں اور لوگوں کی شناخت کی جا سکے جنہیں سب سے زیادہ خطرہ ہے۔ اعلی درجے کے تجزیات پیش گوئی کرنے کو آسان بنا سکتے ہیں، مستقبل کے خطرات کا اندازہ لگانے میں مدد کر سکتے ہیں اور آفات کے مقابلے کی تیاری کے طریقہ کار کی منصوبہ بندی کر سکتے ہیں۔ جی آئی ایس ٹیکنالوجی درست نقشہ سازی فراہم کرتی ہے جس سے کمزور طبقات، اہم انفراسٹرکچر اور موسمیاتی تبدیلیوں سے متعلقہ آفات کا شکار علاقوں کی نشاندہی کی جا سکتی ہے۔ یہ معلومات اس بات کو یقینی بناتی ہیں کہ مختلف خطوں اور لوگوں کو درپیش منفرد چیلنجوں سے نمٹنے کے لیے وسائل کو مؤثر طریقے سے مختص کیا جائے۔ مزید برآں، اعداد و شمار پر مبنی منصوبہ بندی موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف بہتر رد عمل میں مدد دیتی ہے، شفافیت اور جوابدہی کو بڑھاتی ہے۔

موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کے لیے بہتر ڈھانچہ

ایسے علاقے جو سیلابوں، برفانی طوفانوں اور دیگر آفات کا زیادہ شکار ہیں وہاں بنیادی ڈھانچے میں بہتری کی پالیسی کا نفاذ کر کے موسمیاتی تبدیلیوں کے چیلنجوں سے نمٹا جا سکتا ہے۔ موسمیاتی آفات کے مقابلے کے لحاظ سے ڈیزائن کے اصولوں کو شامل کرنے کو یقینی اور جامع ضوابط متعارف کروا کر حکومت بنیادی ڈھانچے کے منصوبوں کے لیے بہتر معیار مرتب کر سکتی ہے۔ ملک کے بنیادی ڈھانچے کی مجموعی موافقت کو بڑھانے کے لیے ان ضوابط میں عمارتوں، نقل و حمل اور پانی کے انتظام سمیت کئی شعبوں کو شامل کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ، مراعات کی فراہمی جیسے ٹیکسوں میں چھوٹ اور سبسڈی، سرکاری اور نجی اداروں کو موسمیاتی آفات کے مقابلے کے ڈھانچے کی تیاری کے لیے سرمایہ کاری کرنے کی طرف راغب کر سکتی ہے۔

اس پالیسی کا مقصد نہ صرف موسمیاتی آفات کی بڑھتی ہوئی تعداد کے خلاف بنیادی ڈھانچے کو مضبوط کرنا ہونا چاہیے بلکہ موسمیاتی آفات کے خلاف بہتر تیاری کے لیے ملک کے وسیع تر مفاد کے ہدف کے حصول کے ساتھ ہم آہنگ پائیدار ترقی کے طریقوں کو بھی فروغ دینا ہے۔

پائیدار زراعت کے طریقے

پائیدار زرعی طریقوں پر عمل کریں اور ایسے طریقوں بشمول خشک سالی سے بچنے والی فصلوں کا فروغ، پانی کا موثر انتظام اور نامیاتی کاشتکاری کے طریقے کو اپنانے کی ترغیب دیں جو زرعی طبقات کے بدلتے ہوئے موسمی حالات کے لیے سازگار ہوں۔

پاکستان کے زرعی شعبے میں آفات کے مقابلے اور پالیسی سازی میں شمولیت کو مضبوط بنانے کے لیے پائیدار زراعت کے طریقوں کا فروغ ایک اہم پالیسی اختیار ہے۔ پائیدار کاشتکاری کی ترغیب اور اس کے نفاذ سے حکومت زراعت پر موسمیاتی تبدیلی کے شدید اثرات سے نمٹ سکتی ہے۔ خشک سالی کے خلاف مزاحمت کرنے والی فصلوں کو اپنانے کو ترجیح دی جانی چاہیے اور فصلوں کی ایسی اقسام کی بوائی پر زور دیا جانا چاہیے جو بارش کے بدلتے پیٹرنز، پانی کی کمی اور درجہ حرارت کی تبدیلیوں کو برداشت کرنے کے قابل ہوں۔ زرعی شعبے میں پانی کے استعمال کی موثر تکنیکوں کو ترغیب دینے سے ہمیں پانی کی بچت میں بھی مدد ملے گی جو زرعی پیداوار کو برقرار رکھنے کے لیے ناگزیر ہے۔ نامیاتی کاشتکاری کے طریقے کا فروغ ایک اور پالیسی تجویز ہے جو زمینی صحت برقرار رکھنے اور کیمیائی اشیاء پر انحصار کو کم کرنے اور پائیدار ترقی کے اہداف کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کے لیے اہم ہے۔ ان اقدامات کے ذریعے نہ صرف زراعت پر موسمیاتی تبدیلیوں کے منفی اثرات کم ہوں گے بلکہ کسانوں کی روزی روٹی کو بھی سہارا دیتی ہے اور ایک جاندار اور جامع زرعی شعبے کو فروغ دیتی ہے جو بدلتے ہوئے موسموں سے پیدا ہونے والے چیلنجز سے نمٹنے کے قابل ہو۔

ابتدائی انتباہی نظام کے نفاذ کی تجویز

ابتدائی انتباہی نظام کو مضبوط بنانے سے مقامی کمزور طبقات کو موسمیاتی آفات کے خلاف بہتر تیاری کا موقع فراہم کرکے ممکنہ تباہی کو کم کیا جاسکتا ہے۔ ابتدائی انتباہی نظام میں سرمایہ کاری سے حکومت سیلاب اور شدید گرمی کی لہروں جیسی موسمی آفات کے اثرات کو نمایاں طور پر کم کر سکتی ہے۔ بروقت اور درست انتباہی نظام طبقات کو ممکنہ آفات کے خلاف موثر ردعمل کے لیے انخلاء کی تیاری اور دیگر بروقت اقدامات کرنے کے لیے اہم معلومات فراہم کرتے ہیں۔ اس سے نہ صرف جان ومال کی حفاظت ہوتی ہے بلکہ یہ بات بھی یقینی ہوگی کہ ماحولیاتی تبدیلی کے منفی اثرات سے کمزور طبقات غیر متناسب طور پر متاثر نہ ہوں۔ موثر ابتدائی انتباہی نظام آفات سے محفوظ معاشرے کے قیام کے لیے ناگزیر ہیں جہاں لوگ، خاص طور پر وہ لوگ جو زیادہ خطرے والے علاقوں میں ہیں، آنے والی موسمیاتی آفات کے پیش نظر بروقت فیصلے کرسکیں۔

موسمیاتی تبدیلی سے متاثر ہونے والے طبقات کے لیے موافقت کے منصوبے

موسمیاتی تبدیلی سے متاثر ہونے والے طبقات کے لیے موافقت کے منصوبوں کا نفاذ موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف مدافعت کو بڑھانے اور متاثرہ طبقات کی شمولیت کے لیے اہم ہے۔ مقامی آبادیوں کی مخصوص ضروریات کے مطابق کمیونٹی کی سطح کے پروگرام ترتیب دے کر طبقات کو ماحولیاتی تبدیلیوں سے ہم آہنگ ہونے کے لیے بروقت فعال اقدامات کرنے کے لیے بااختیار بنایا جاسکتا ہے۔ مختلف خطوں اور طبقات کو درپیش چیلنجز کو پہچاننے کی ضرورت ہے تاکہ آفات کے مقابلے کے لیے ضرورت کے مطابق تیاری کو یقینی بنایا جاسکے۔

مختلف طبقات سے وابستہ افراد کو ترتیب گئی سرگرمیوں میں شریک کرنے سے انہیں یہ احساس ہوتا ہے کہ وہ اس منصوبے کا حصہ ہیں اور انہیں ملکیت کا احساس ہوتا ہے۔ اس طرح کے پروگرام سماجی و اقتصادی عدم مساوات کو دور کرسکتے ہیں کیونکہ عدم مساوات اکثر پسماندہ طبقات پر موسمیاتی تبدیلی کے اثرات کو بڑھانے کا باعث بنتی ہے۔ فیصلہ سازی کے عمل میں شمولیت کو یقینی بنانا اور مقامی طبقات کے کردار کو تسلیم کرنا نہ صرف طبقے میں مدافعت پیدا کرتا ہے بلکہ موسمیاتی تبدیلی کے لیے زیادہ منصفانہ اور پائیدار ردعمل کو بھی فروغ دیتا ہے۔

موسمیاتی تبدیلیوں پر جامع تعلیم

موسمیاتی تبدیلی پر جامع تعلیم آفات کے خلاف طبقات کی مدافعت کو بڑھانے اور پالیسی سازی میں ان کی شمولیت کی طرف ایک بنیادی قدم ہے۔ موسمیاتی تبدیلی کی تعلیم کو ہر سطح پر نصاب میں شامل کرکے، حکومت نوجوان نسل کو ماحولیاتی چیلنجز کے بارے میں علم اور آگاہی کے ساتھ بااختیار بناسکتی ہے۔ یہ نہ صرف پائیدار طریقوں کی اہمیت کو فروغ دے گا بلکہ آنے والی نسلوں میں ماحولیاتی ذمہ داری کا احساس بھی پیدا کرے گا۔ متنوع نقطہ نظر اور مقامی تجربات کی تعلیمی نصاب میں شمولیت پاکستان کے ثقافتی اور ماحولیاتی تنوع سے بھرپور شجرے کو تسلیم کرنے کا باعث بنے گی جس سے قومی یکجہتی کو تقویت ملے گی۔ جامع تعلیم طلباء کو موسمیاتی تبدیلی کو سمجھنے اور ان سے نمٹنے کے علم سے آراستہ کرتی ہے جو ایک ایسی نسل کی پرورش کرے گی جو نہ صرف ماحولیاتی چیلنجوں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہوگی بلکہ پائیدار ترقی کے لیے مختلف طبقات کی منفرد اور قابل قدر شراکت کو بھی سراہے گی۔ اس کے ذریعے، پاکستان ایک زیادہ باخبر اور ماحولیات کے حوالے سے باشعور نسل کی بنیاد رکھ سکتا ہے جو موسمیاتی مسائل اور موافقت کے اقدامات میں فعال طور پر حصہ لینے کے قابل ہو۔

موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کے لیے صنفی لحاظ سے پالیسی سازی

موسمیاتی تبدیلیوں کے مقابلے کے لیے صنفی لحاظ سے پالیسیاں ترتیب دے کر ان کا نفاذ موسمی آفات کے خلاف مدافعت کی بہتری اور طبقات کی پالیسی سازی میں شمولیت کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے خواتین کو درپیش خطرات کو تسلیم کرتے ہوئے صنفی پالیسی صنفی تفاوت کو دور کرنے اور مساوی سلوک کو فروغ دینے میں معاون ثابت ہوتی ہے۔ آب و ہوا سے متعلق فیصلہ سازی کے عمل میں خواتین کی فعال شرکت کو یقینی بنا کر حکومت نقطہ نظر اور تجربات کے تنوع کو بروئے کار لاسکتی ہے، جس کے نتیجے میں زیادہ موثر اور جامع پالیسیاں بنائی جاسکتی ہیں۔ مزید برآں، صنف پر مشتمل پالیسیاں خواتین کو معاشی، سماجی اور ماحولیاتی لحاظ سے بااختیار بناسکتی ہیں، جو طبقات کی مجموعی مدافعت کی جھلک دکھاتی ہے۔ یہ نقطہ نظر نہ صرف خواتین پر موسمیاتی تبدیلی کے امتیازی اور غیر متناسب اثرات کو واضح کرتا ہے بلکہ انہیں ماحولیاتی موافقت اور تخفیف کے حصول میں کلیدی کھلاڑی کے طور پر بھی تسلیم کرتا ہے۔ صنف پر مشتمل پالیسیوں کے نفاذ کے ذریعے پاکستان ایک زیادہ مساوی مستقبل کی طرف ایک راستہ بنا سکتا ہے، جہاں تمام جنسوں کی منفرد شراکت کو تسلیم کیا جاتا ہو۔

موسمیاتی تبدیلیوں سے ہم آہنگ پانی کے نظام کی تشکیل

پاکستان میں موسمیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے پانی کی شدید کمی کو دیکھتے ہوئے مدافعت کو بڑھانے اور طبقات کی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے موثر آبی وسائل کا انتظام کلیدی حیثیت رکھتا ہے۔ حکومت پانی کے وسائل کے انتظام کے پائیدار طریقوں بشمُول موثر آبپاشی کے نظام، بارش کے پانی کو بچانے، دستیاب پانی کے تحفظ، بارش کے بدلتے ہوئے پیٹرنز اور پانی کی دستیابی پر بڑھتے ہوئے درجہ حرارت کے منفی اثرات کو کم کر سکتی ہے۔ اس پالیسی کے نفاذ کے ذریعے ہم موسمیاتی تبدیلی کے باعث پانی کی کمی کی وجہ سے پیدا ہونے والے فوری چیلنجز سے نمٹ سکتے ہیں اور خاص طور پر پسماندہ طبقات کے لیے زرعی، صنعتی اور گھریلو ضروریات کے لیے پانی تک مسلسل رسائی کو یقینی بنا سکتے ہیں۔

مزید برآں، آبپاشی کے موثر نظاموں اور بارش کے پانی کو ذخیرہ کرنے کی تکنیکوں کا نفاذ مقامی طبقات کو پانی کے تحفظ کی کوششوں میں فعال کردار ادا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ پانی کے تحفظ کے جامع طریقوں کے ذریعے پسماندہ طبقات کی شمولیت اور ان کی پانی کی مخصوص ضروریات کو مدنظر رکھ کر یہ پالیسی آبی وسائل کی زیادہ منصفانہ تقسیم میں مدد دیتی ہے۔ آبی وسائل کے نظام میں بہتری ایک جامع منصوبہ ہے جو موسمیاتی چیلنجز کے مطابق ہوتی ہے اور پائیدار ترقی کو تقویت دیتی ہے۔

ماحول دوست سبز ملازمتیں اور کاروباری مواقع

ماحول دوست سبز ملازمتوں اور کاروباری مواقع کی تخلیق موسمیاتی تبدیلی کے خلاف مدافعت اور ان کی پالیسی سازی میں شمولیت کو بڑھانے کے لیے ایک اہم اقتصادی راہ کی نمائندگی کرتی ہے۔ ایسے پروگراموں کو تیار کر کے جو خاص طور پر پائیدار صنعتوں میں سبز ملازمتوں اور کاروباری منصوبوں کے قیام میں معاونت کرتے ہیں، حکومت بیک وقت موسمیاتی تبدیلیوں کے چیلنجز سے نمٹ سکتی ہے اور اقتصادی ترقی میں اضافے کا باعث بن سکتی ہے۔ یہ پالیسی ماحولیاتی پائیداری اور اقتصادی ترقی کے باہمی انحصار کو تسلیم کرتی ہے۔

قابل تجدید توانائی، توانائی کی کارکردگی، پائیدار زراعت، اور ماحولیاتی سیاحت جیسے شعبوں پر توجہ مرکوز کر کے، سبز ملازمتوں کی تخلیق کاربن اخراج والی معیشت کی راہ ہموار کر سکتی ہے۔ مزید برآں، یہ پروگرام پسماندہ طبقات کو نشانہ بنا کر اور انہیں سبز معیشت میں فعال طور پر حصہ لینے کے مواقع فراہم کر کے شمولیت کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کر سکتے ہیں۔ پائیدار طرز عمل میں جدت اور صنعت کاری کا کلچر آب و ہوا میں لچک پیدا کرنے میں مدد دے گا اور پاکستان کو عالمی سطح پر گرین ٹیکنالوجی پر منتقلی میں سب سے آگے رکھے گا۔ سبز ملازمتوں اور کاروباری مواقع کی تخلیق ایک جامع حکمت عملی کے طور پر ابھرتی ہے جو اقتصادی خوشحالی کو ماحولیاتی استحکام کے ساتھ ہم آہنگ کرتی ہے۔

توانائی کے حصول کے لیے قابل تجدید اور متبادل ذرائع کو ترجیح دیں

قابل تجدید توانائی کو اپنانا موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف مدافعت اور طبقات کی شمولیت کو بڑھانے کے لیے ایک بنیادی حکمت عملی ہے۔ ترغیبات، سبسڈیز، اور مضبوط ریگولیٹری فریم ورک کے امتزاج کے ذریعے، شمسی اور ہوا کی توانائی سمیت قابل تجدید توانائی کے ذرائع کا فروغ اور اس پر منتقلی، موسمیاتی اثرات کی تخفیف کی حکومتی کی کوششوں میں حصہ ڈال سکتی ہے۔ یہ پالیسی آپشن ایندھن پر ملک کے انحصار کو کم کرنے کی فوری ضرورت کو پورا کر سکتا ہے اور توانائی کے زیادہ پائیدار اور لچکدار انفراسٹرکچر میں بھی حصہ ڈالتا ہے۔ قابل تجدید ذرائع کی طرف منتقلی کے لیے سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی، اقتصادی ترقی کو فروغ دینے اور نئی ملازمتیں پیدا کرنے کے لیے فراہم کردہ مراعات اور سبسڈیز ضروری ہیں۔

قابل تجدید توانائی کے شعبے کی ترقی کے لیے ہموار منتقلی اور سازگار ماحول کی تخلیق کو یقینی بنانے کے لیے ایک واضح ریگولیٹری فریم ورک کی ضرورت ہے۔ قابل تجدید توانائی کی ٹیکنالوجیز کو اپنانے سے نہ صرف موسمیاتی شدت کی تخفیف میں مدد ملے گی بلکہ پسماندہ طبقات کو توانائی تک رسائی فراہم کرنے میں بھی مدد ملے گی، اس طرح ملک کی پائیدار ترقی میں شمولیت کو فروغ ملتا ہے۔ یہ پالیسی آپشنز موسمیاتی تبدیلیوں سے نمٹنے کے لیے عالمی کوششوں کے ساتھ بھی مطابقت رکھتی ہیں اور ساتھ ہی ساتھ پاکستان کو ایک سرسبز اور زیادہ جامع توانائی کے مستقبل کی طرف لے جاتی ہیں۔

کمزور طبقات کے لیے سماجی تحفظ کے نیٹ ورک

معاشرے کے کمزور طبقات کے لیے سماجی تحفظ کے نیٹ ورک کا قیام موسمیاتی تبدیلی کے خلاف مدافعت کو بڑھانے اور ان کی شمولیت کو فروغ دینے کے لیے ایک ہمدردانہ اور اسٹریٹجک نقطہ نظر کے طور پر ابھرتا ہے۔ سماجی تحفظ کے مضبوط نیٹ ورک قائم کر کے، حکومت اس بات کو یقینی بنا سکتی ہے کہ موسمیاتی تبدیلی سے متاثر ہونے والے کمزور طبقات کو موسمیاتی آفت کے دوران ضروری خدمات، صحت کی دیکھ بھال اور مالی امداد تک رسائی حاصل ہو۔ یہ پالیسی آپشن ماحولیاتی چیلنجز کی وجہ سے پسماندہ آبادی کے غیر متناسب خطرے کو مدنظر رکھ کر موسمیاتی تبدیلی کے کثیر جہتی نتائج پر منتج ہوتا ہے۔

سماجی تحفظ کے نیٹ ورک ایک اہم کُشن فراہم کرتے ہیں جو کہ ہنگامی حالات جیسے سیلاب، خشک سالی، یا شدید موسمی واقعات کے دوران ضرورت مندوں کو لائف لائن پیش کرتے ہیں۔ صحت کی دیکھ بھال کی خدمات تک رسائی کو محفوظ بنانے اور مالی امداد فراہم کرنے کے ذریعے، یہ پالیسی نہ صرف کمزور طبقات پر موسمیاتی تبدیلی کے فوری اثرات کا حل تجویز کرتی ہے بلکہ طویل مدتی مدافعت اور پائیدار ترقی میں بھی حصہ ڈالتی ہے۔

اس پالیسی کے ذریعے، پاکستان سماجی مساوات کے عزم کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ کوئی بھی طبقہ موسمیاتی تبدیلی سے متعلق چیلنجز کا سامنا کرنے کے باوجود ترقی میں پیچھے نہ رہے۔

حیاتیاتی تنوع کا تحفظ

ماحولیاتی نظام اور حیاتیاتی تنوع کے تحفظ اور بحالی کے پروگراموں کا نفاذ موسمیاتی تبدیلی کے خلاف مدافعت اور طبقے کی شمولیت کو بڑھانے میں بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ حیاتیاتی تنوع، آب و ہوا کی لچک، اور پائیدار ترقی کے درمیان پیچیدہ تعلق کو تسلیم کرتے ہوئے، یہ پالیسی تجویز ماحولیاتی نظام کے تحفظ اور بحالی کی اہمیت کو واضح کرتی ہے۔ حیاتیاتی تنوع کی حفاظت تخفیف کے اقدامات میں بھی اہم ہے کیونکہ متنوع ماحولیاتی نظام ماحولیاتی تناؤ کے مقابلہ میں زیادہ لچکدار ہیں۔

اس پالیسی کا مقصد منفرد نباتات اور حیوانات کے تحفظ کو یقینی بنانا اور ماحولیاتی نظام کی ضروری خدمات کو برقرار رکھنا ہے، جیسے پانی صاف کرنا، آب وہوا کے ضابطے جو کمیونٹیز کی فلاح وبہبود کے لیے اہم ہیں۔ تحفظ کے پروگراموں کا نفاذ مقامی طبقات بشمول مقامی گروہ، ماحولیاتی نظام کے تحفظ، شمولیت کو فروغ دینے اور وسائل کے پائیدار انتظام میں فعال طور پر حصہ لینے کے کے لیے بھی مواقع پیدا کر سکتا ہے۔ مجموعی طور پر، یہ پالیسی عالمی تحفظ کے اہداف سے ہم آہنگ ہے، جو ماحولیاتی تبدیلیوں کے لیے لچک پیدا کرنے اور متوازن اور پائیدار ماحول کو فروغ دینے میں حیاتیاتی تنوع کے اٹوٹ کردار پر زور دیتی ہے۔

بین الاقوامی تعاون اور سفارت کاری

بین الاقوامی تعاون اور سفارت کاری پاکستان میں موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف مدافعت اور شمولیت کو بڑھانے کے لیے ایک تزویراتی اور باہمی تعاون پر مبنی نقطہ نظر کی تشکیل کرتی ہے۔ اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہ موسمیاتی تبدیلی قومی سرحدوں سے ماوراء ہے، یہ پالیسی بین الاقوامی تعاون میں فعال مشغولیت کی حامی ہے تاکہ موسمیاتی تبدیلیوں سے متعلق بین الاقوامی مسائل کو حل کیا جاسکے اور موسمیاتی فنانسنگ حاصل کی جاسکے۔ عالمی برادری کے ساتھ شراکت داری قائم کر کے علم، ٹیکنالوجی اور وسائل کا اشتراک کر کے، پاکستان موسمیاتی تبدیلیوں سے مؤثر طریقے سے نمٹنے کے لیے مہارت اور تعاون کے ایک اجتماعی سٹیج کو استعمال کر سکتا ہے۔ بین الاقوامی موسمیاتی سرگرمی ملک کو ایک ذمہ دار عالمی شراکت دار کے طور پر متحرک رکھتی ہے اور موسمیاتی تبدیلی سے متعلق جامع پالیسی کے لیے ضروری وسائل اور اختراعات تک رسائی کی سہولت فراہم کرتی ہے۔

عالمی موسمیاتی فنانسنگ میں پاکستان کی جانب سے اپنا مناسب حصہ حاصل کرنے میں غیر تسلی بخش کارکردگی کے پیش نظر، موثر موسمیاتی سفارت کاری کی ضرورت شدت اختیار کر گئی ہے۔ مزید برآں، بین الاقوامی تعاون پاکستان کو ایک ایسا پلیٹ فارم فراہم کر کے شمولیت کو فروغ دیتا ہے جو موسمیاتی تبدیلی پر عالمی گفتگو کے لیے اپنے منفرد نقطہ نظر، چیلنجز اور حل میں حصہ ڈال سکے۔ سفارتی کوششوں میں فعال طور پر حصہ لے کر، پاکستان اس بات کو یقینی بنا سکتا ہے کہ اس کی مخصوص کمزوریوں اور اس کی متنوع آبادی کی ضروریات کو عالمی موسمیاتی ایجنڈے میں شامل کیا جائے۔ یہ پالیسی اقدام آب وہوا کے چیلنجوں کی ایک دوسرے سے جڑی ہوئی نوعیت کی نشاندہی کرتا ہے اور موسمیاتی تبدیلی کے اثرات سے نمٹنے کے لیے متحد، بین الاقوامی کوششوں کی اہمیت کو اجاگر کرتا ہے۔

ماحاصل

یہ پالیسی بریف مجموعی طور پر ایک جامع اور مربوط نقطہ نظر تشکیل دیتا ہے کہ موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف مدافعت کو بڑھانے اور پاکستان میں متاثرہ طبقات کی شمولیت کو فروغ دیا جا سکے۔ موسمیاتی تبدیلیوں کے چیلنجز سے نمٹنے کے لیے ضروری ہے کہ کمزور طبقات اور ماحولیاتی نظام پر موسمیاتی تبدیلی کے کثیر جہتی اثرات کو تسلیم کیا جائے۔ مجوزہ پالیسیاں نہ صرف آب وہوا سے پیدا ہونے والے خطرات کے لیے فوری موافقت کو ترجیح دیتی ہیں بلکہ پاکستان کے لیے ایک پائیدار اور جامع مستقبل کا تصور بھی کرتی ہیں۔

پالیسیوں کا پہلا سیٹ ملک کے بنیادی ڈھانچے، زراعت، اور ابتدائی انتباہی نظام کو مضبوط بنانے پر توجہ مرکوز کرتا ہے، جس میں ماحول سے متعلقہ آفات کے اثرات کو کم کرنے کے لیے فعال اقدامات کی ضرورت کو تسلیم کیا جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے کہ موسمیاتی لچک کی حکمت عملی متنوع برادریوں کی منفرد ضروریات کے مطابق بنائی گئی ہے، کمیونٹی پر مبنی موافقت کے پروگرام اور جامع تعلیم کے اقدامات مقامی طبقوں کی مشغولیت اور علم کے پھیلاؤ کی اہمیت پر زور دیتے ہیں۔ صنف پر مشتمل پالیسیاں خواتین پر موسمیاتی تبدیلی کے امتیازی اثرات کو تسلیم کرنے اور ان سے نمٹنے کے عزم کو مزید واضح کرتی ہیں اور ایک زیادہ مساوی اور لچکدار معاشرے کو فروغ دیتی ہیں۔

پالیسیوں کا دوسرا سیٹ آبی وسائل کے پائیدار انتظام، قابل تجدید توانائی کو اپنانے اور سبز ملازمتوں کی تخلیق سے متعلق ہے، جو کاربن کے کم اخراج اور ماحولیاتی طور پر پائیدار معیشت کی طرف تبدیلی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ سماجی تحفظ کے نظام اور حیاتیاتی تنوع کے تحفظ کے اقدامات کمزور طبقات اور ان اہم ماحولیاتی نظاموں کی حفاظت کے عزم کی عکاسی کرتے ہیں جو موسمیاتی تبدیلیوں کی لچک کو تقویت دیتے ہیں۔

آخر میں، بین الاقوامی تعاون اور سفارت کاری پر زور موسمیاتی چیلنجز کی باہم جڑی نوعیت کو تسلیم کرتا ہے اور پاکستان کو موسمیاتی تبدیلیوں سے نمٹنے کے لیے عالمی کوششوں میں ایک فعال کردار دیتا ہے۔ ان پالیسیوں کے نفاذ کے ذریعے، پاکستان کو نہ صرف موسمیاتی تبدیلیوں کے خلاف مدافعت کے قیام کا موقع مل سکتا ہے بلکہ اس مشترکہ چیلنج سے نمٹنے کے لیے اجتماعی اور مربوط جواب کو یقینی بناتے ہوئے عالمی اقدامات میں حصہ ڈالنے کا بھی موقع مل سکتا ہے۔ مجموعی طور پر، یہ پالیسی آپشنز موسمیاتی چیلنجز کے مقابلے میں پاکستان کے لیے ایک لچکدار، جامع اور پائیدار مستقبل کی بنیاد رکھتے ہیں۔